ساجد علی سبحانی

نحوی قواعد کا قرآن کریم سے انحراف اور اس کے اسباب

Amongst the sources of Arabic Grammar, the Holy Quran figures as the first sources, which is a living divine miracle of linguistic eloquence and rhetoric of Arabic Language. Therefore, the outstanding literacy figures of the Arabic language had to acknowledge the Holy Quran as an imitable word of God. It is in view of this fact that the Arabic Grammarians have attached great importance to the Quran and its modes in establishing the rules of Arabic Grammer. But despite all of this there have been laid down some Arabic Rules which are found to be deviating from the Holy Quran. This article represents four importance resons for this deviations. (1)Grammatical prejudice (2) Basic difference in the sources of Arabic Grammer (3) Giving priority to Arabic poetry over the Holy Quran (4) Non-consideration of Quranic terminal points.

دنیائے علم و ادب میں عربی گرامر ایسی منفرد گرامر ہے جس کے مصادر و منابع کے طور پر سرفہرست قرآن کریم جیسی عظیم آسمانی کتاب کا نام لیا جاتا ہے(۱)۔ جو خالق کائنات کی جانب سے بنی نوع انسان کے واسطے ایک ابدی پیغام ہدایت ہونے کے ساتھ فصاحت و بلاغت زبان سے لبریز ایسا زندہ جاوید معجزہ ہے کہ عربی زبان کے نابغہ روزگار ادبا کو بھی اس کے بے مثل اور خدا کا کلام ہونے کا اعتراف کرنا پڑا یہاں تک کہ لبید بن ربیعہ (جن کا شمار معلقات سبعہ کے شعراء میں ہوتا ہے) سے جب حضرت عمر بن خطابؓ نے شعر سنانے کیلئے کہا تو انہوں نے سورہ بقرہ کی تلاوت کی اور کہا کہ اللہ تعالی کی جانب سے سورہ بقرہ اور سورۃ آل عمران نازل ہونے کے بعد مجھے شعر کہنا پسند نہیں رہا(۲)۔

یہ ٹھیک ہے کہ نزول قرآن کے زمانے میں عربی گرامر کے قواعد تدوین نہیں کیے گئے تھے اور نہ ہی اس کی ضرورت تھی کیونکہ قواعد جاننے کی اہل زبان کو ضرورت نہیں پڑتی ہے۔ مگر یہ تو یقینی ہے کہ عربوں کا کلام عربی زبان کے طبعی قواعد کے مطابق ہوتا تھا لہذا ان کا فصاحت و بلاغت قرآن کا اعتراف اس بات کی بین دلیل ہے کہ ان کی نگاہ میں کلام الٰہی کا کوئی حصہ قواعد عربیہ کے خلاف نہ تھا اور نہ وہ اس اعتبار سے اسے ضرور تنقید کا نشانہ بناتے۔ اسکے معنی یہ ہیں کہ عرب قرآن کریم کو زبان کی صحت و سقم کے لحاظ سے athourity سمجھتے تھے اسی وجہ سے نحاۃ (Grammarins) نے بھی قواعد عربیہ کی تاسیس میں قرآن کریم اور اس کی قرائات کو بہت اہمیت دی ہے اور مختلف مقامات پر ان سے استدلال کیا ہے۔ لیکن قرآن کریم کو اس قدر اہمیت دینے کے باوجود کچھ ایسے عربی قواعد بھی تدوین کیئے گئے ہیں جن میں قرآن کریم اور اس کی قرائات سے انحراف (Deviation) پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر نحوی قاعدے کے مطابق جب فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو تو صیغہ فعل کو مفرد لانا

ضروری ہے چاہے فاعل مفرد ہو یا تثنیہ وجمع ہو(۳)۔ لہذا اقام الزیدون کہنا صحیح ہے اور قاموا الزیدون کہنا غلط ہے یعنی فعل کے ساتھ علامت جمع (واو) کا الحاق صحیح نہیں ہے۔جبکہ قرآنی اسلوب کے مطابق یہ الحاق صحیح ہے جیسا کہ آیت کریمہ:

وَ اَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (۴)،

میں فعل (اسروا) کے ساتھ واو لحق ہے حالانکہ اس کا فاعل اسم ظاہر (الذین) ہے۔

سوال یہ ہے کہ وہ کون سے اسباب ہیں جن کی وجہ سے بعض نحوی قواعد میں قرآن کریم سے عدول وانحراف کا مسئلہ پیش آتا ہے؟ قرآن کریم اور عربی گرامر کا مطالعہ اس مسئلے کے درج ذیل چار اسباب کی نشاندہی کرتا ہے۔

(۱) نحوی تعصب

عربی گرامر کا ایک امتیاز یہ ہے کہ اس میں مختلف مکاتب فکر (schools of thought) پائے جاتے ہیں۔اور ان میں بصری، کوفی، بغدادی، اندلسی اور مصری مکاتب فکر کو شہرت حاصل ہے۔ہر مکتب فکر مخصوص طرز تفکر کا حامل ہے۔ان میں سب سے پہلے بصری مکتب معرض وجود میں آیا اور عربی گرامر کی تدوین کا سہرا اپنے سر لیا۔اس کے تقریبا ایک صدی بعد کوفی مکتب فکر سامنے آیا (۵)۔بصرہ اور کوفہ عرق کے دو اہم شہر شمار ہوتے تھے۔یہ دو شہر شروع ہی سے تعصب کا شکار رہے۔خاندانی اور مدنی تعصب تو زمانہ جاہلیت سے موجود تھا(۶) جبکہ جنگ جمل نے مذہبی تعصب کا بھی اضافہ کر دیا۔دیگر شعبہ ہائے حیات کے ساتھ علوم و فنون بھی تعصب کی زد میں آ گئے۔چنانچہ قرآنی قرائت، شاعری اور عربی گرامر بھی اس سے متاثر ہوئی (۷)۔ مختلف نحوی قواعد میں بصری اور کوفی نحاۃ کے درمیان اختلافات کا انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ابن الانباری نے اپنی کتاب میں ایک سو اکیس (۱۲۱) ایسے نحوی قواعد جمع کئے ہیں جن میں انکے درمیان اختلافات پائے جاتے ہیں (۸)۔اسکے علاوہ انکے مناظرے اور ایک دوسرے پر فخر ومباہات کی مجالس بھی اس تعصب کی نشاندہی کرتی ہیں۔

اسی طرح ملاحظہ کیجئے کہ کسائی کے بعد کوفی مکتب فکر کے بڑے علمدار ابوزکریا فراء بصری نحو کے امام سیبویہ کے خلاف کتنا تعصب رکھتے تھے ارباب تاریخ نے لکھا ہے کہ مرتے وقت انکے سرہانے کے نیچے سیبویہ کی نحوی تصنیف "الکتاب" رکھی ہوئی تھی اور زندگی میں بھی ہمیشہ ان کے پاس رہتی تھی کیونکہ وہ ان کی نحوی غلطیاں تلاش کرنے میں اس حد تک سرگرم رہتے تھے کہ ہر نحوی قاعدے میں انکی مخالفت کو "کار ثواب" سمجھتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ اعراب اور حروف کی نامگذاری میں بھی ان کی مخالفت کئے بغیر نہ رہ سکے (۹)۔یہ حقیقت ہے کہ بصری اور کوفی نحاۃ کے درمیان اختلافات کے کئی اسباب ہیں البتہ مکتبی تعصب کا انکار بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔اس نحوی تعصب کی وجہ سے عربی گرامر میں ایسے قواعد شامل ہوئے جن میں قرآن کریم اور اس کی قراءات سے عدول پایا جاتا ہے (۱۰)۔اور جب نحاۃ نے ملاحظہ کیا کہ انکے وضع کردہ بعض نحوی قواعد اور قرآن کریم میں تضاد پایا جاتا ہے۔تو ان میں سے بعض نحاۃ قواعد کی مرکزیت کے قائل ہوئے اور مخالف آیات وقرائات کی یا تو تاویل کی اور یا انہیں کسی نہ کسی طرح تنقید کا نشانہ بنایا (۱۱) اور اس روش سے کوئی نحوی مکتب فکر مستثنیٰ نہیں ہے۔اگرچہ اس کی بنیاد بصری نحاۃ نے رکھی ہے۔اور پھر انکی پیروی دیگر ماہرین نحو ولغت اور ارباب تفسیر وقراءات نے کی ہے (۱۲)۔تعصب کی یہ حالت تقریبا ایک صدی تک برقرار رہی یہاں تک کہ دونوں فریق بغداد میں جمع ہوئے اور عربی گرامر میں ایک تیسرا مکتب فکر "بغدادی" منظر عام پر آیا۔جس کے نتیجے اور کوفی نحاۃ کے درمیان تعصب میں قدرے کمی واقع ہوئی۔

(۲) عربی گرامر کے مصادر میں بنیادی اختلاف

عربی گرامر کو دوسری زبانوں کی گرامر سے ایک امتیاز اس لحاظ سے حاصل ہے کہ اسکے مصادر یعنی قرآن کریم، حدیث شریف، شاعری اور نثر میں بنیادی اختلاف پایا جاتا ہے۔شاعری شاعر کے وجدان اور باطن کی ترجمانی کرتی ہے اس کا اسلوب

جذبات واحساسات پر قائم ہوتا ہے۔تخیل (Imagination) اسکی شناخت ہے۔مگر اسکے یہ معنی نہیں کہ شاعری فکر وسوچ سے بالکل خالی ہوتی ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ اگر شاعر اپنے افکار کو شاعری کے قالب میں ڈھالنا چاہے تو بھی شعری خصوصیات اس پر غالب ہوتی ہیں چنانچہ جذبات سے امتزاج' شعور اور ذاتی تجربات اس کے افکار پر چھائے رہتے ہیں۔

شاعری کی لینگوئج وزن اور قافیہ کی پابند ہوتی ہے جس سے اس میں شعری موسیقی (Poetic Music) بھی شامل ہوتی ہے۔لیکن نثر (Prose) شاعری سے بالکل مختلف ہے۔صحیح فکر وسوچ' آزاد کلام' الفاظ وجملات کی خاص ترکیب' مناسب طریقے سے ابتداء اور خاتمہ نثر کی خصوصیات میں سے شمار ہوتے ہیں۔ یہ خصوصیات ایک ادیب کی پہچان ہیں اور انہی سے کسی کے ادبی مقام کا تعین کیا جاتا ہے۔

جہاں تک قرآن کریم کا تعلق ہے تو اس کی language عربی شاعری اور نثر سے یکسر مختلف ہے۔نہ تو وہ شاعری کی طرح وزن وقافیہ کی پابند ہے اور نہ نثر کی طرح بالکل آزاد کلام بلکہ وہ ایک ایسا یگانہ روزگار کلام ہے جو نہ شعر ہے اور نہ نثر۔وہ بیک وقت کلام عرب کے تمام اسالیب حسنہ کی جامع ہے۔قرآن کریم شاعری اور نثر سے بالکل مختلف ہے وہ آیات کا ایسا مجموعہ ہے جس کی ہر آیت کی انتہاء ایسے مقطع پر ہوتی ہے جس کے بارے ذوق سلیم گواہی دیتا ہے کہ وہی کلام کا نکتہ اختتام ہے(۱۳)۔

نتیجہ کلام یہ کہ جسطرح شاعری اور نثر میں مذکورہ اختلاف کو مدنظر رکھ کر قواعد عربیہ کی تاسیس کے مرحلے میں ان دونوں میں فرق کرنا ضروری ہے(۱۴) اسی طرح اس مقام پر ان دونوں اور قرآن کریم میں بھی فرق کرنا لازم ہے لہذا جو قواعد شعر اور عام نثر کی بنیاد پر بنائے گئے ہوں ان کو قرآن کریم پر لاگو کرنا صحیح نہیں ہے میں بھی فرق کرنا لازم ہے کیونکہ قرآن کریم عربی زبان کا صرف ادبی شاہکار نہیں بلکہ ایسا معجزانہ کلام ہے جو عربی شاعر اور نثر کے اسالیب واغراض میں بھی تبدیلی کا باعث بنا۔اور اسی نے عربی زبان کو ایک living language کے طور پر باقی رکھا ہے(۱۵)۔

نحاۃ نے شعر اور نثر سے قرآن کریم کے اس فرق کو مدنظر نہیں رکھا اور ایسے قواعد بنا ڈالے جن میں قرآن کریم سے عدول وانحراف پایا جاتا ہے۔

(۳) شاعری کو قرآن کریم پر مقدم کرنا

ہر زبان کا ادب دو حصوں شاعری اور نثر پر مشتمل ہوتا ہے اور شاعری ہر زبان کے ادب میں نمایاں مقام رکھتی ہے۔قرآن کریم جو معجزہ الٰہیہ ہونے کے ساتھ عربی ادب کا بے مثل شاہکار بھی ہے اسکے فہم میں بھی عربی زبان کے شعری ادب کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ آیات کریمہ کی تفسیر میں دور جاہلیت سے بھی مدد لیتے تھے۔چنانچہ جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے قرآنی آیات کے معانی کی تفسیر پوچھی جاتی تو وہ زمانہ جاہلیت کی شاعری سے استشہاد کرتے ہوئے تفسیر کرتے تھے جیسا کہ جناب علامہ سیوطی نے ان سے پوچھے گئے وہ دو سو پچاس (۲۵۰) سوالات نقل کیے ہیں جن میں نافع بن ازرق نے ان سے متعدد آیات کریمہ کے معانی کے بارے استفسار کیا اور انہوں نے جاہلی شعراء کی شاعری کی روشنی میں جوابات دیے ہیں(۱۶)۔

قرآن فہمی میں عربی شاعری کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے جناب ابن عباس نے فرمایا" جب تم مجھ سے قرآن کے غریب لفظ (غیر واضح) کی تفسیر پوچھنا چاہو تو اسے شعر میں تلاش کرو کیونکہ شاعری عرب کا دیوان ہے"۔اسی طرح حضرت عمر بن خطابؓ نے قرآن فہمی میں عربی شاعری کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا" اے لوگو! تم پر زمانہ جاہلیت کی شاعری کی طرف رجوع لازم ہے کیونکہ اس میں تمہاری کتاب (قرآن) اور تمہارے کلام کے معانی کی تفسیر ہے"(۱۷)۔

تابعین اور تبع تابعین کا بھی قرآن فہمی کے سلسلے میں یہی طریقہ رہا اور مفسرین کرام نے بھی اپنی تفاسیر میں اسی روش پر چلتے ہوئے بہت سی آیات کریمہ کی وضاحت میں عربی شاعری سے مدد لی ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر نحاۃ نے بھی قواعد کی تاسیس میں عرب شعراء کے کلام سے بہت زیادہ استدلال کیا ہے بلکہ اس سلسلہ میں انہوں نے بعض اسباب کی وجہ سے شاعری کو قرآن کریم پر مقدم گردانا ہے۔ چنانچہ امام النحو سیبویہ کی "الکتاب" کو ملاحظہ کیجئے اس میں ذکر شدہ آیات کریمہ کی تعداد تقریباً تین سو تہتر (۳۷۳) ہے جبکہ اشعار کی تعداد تقریباً ایک ہزار ساٹھ (۱۰۶۰) ہے (۱۸)۔ صرف یہی نہیں بلکہ قواعد میں لفظ "شاہد" کا استعمال نحاۃ کے ہاں شعر سے مختص ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "شواہد" کی کتب میں صرف اشعار کو ذکر کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ دیگر ادبی اقسام کا تذکرہ نہیں کیا جاتا ہے۔

شاعری کو باقی ادبی اقسام پر مقدم کرنے میں کوفی نحاۃ کا طریقہ کار اس حد تک مبالغہ آمیز رہا کہ اگر وہ نحوی اصول کے خلاف شعر کا ایک بیت بھی سنتے تو اسی کو اصل قرار دیتے اور اسی کے مطابق قاعدہ بناتے (۱۹)۔

نحوی قواعد میں شاعری کو نثر پر مقدم کرنے کے اسباب:

شاعری کو نثر پر مقدم کرنے کے کئی اسباب ہیں

(۱) اس کی تدوین بہت پہلے **"معلقات سبعہ"** کی شکل میں ہوئی ہے۔

(۲) شاعری عربوں کی خالص فطری زبان کی ترجمان ہے۔

(۳) اس میں "ضرورت" کا باب کھلا ہے اور وزن وقافیہ کی خاطر ازباب ضرورت قواعد کی مخالفت کو جائز سمجھا جاتا ہے۔

(۴) فطری طور پر عربوں کو شاعری سے بہت لگاؤ ہے اس لئے کہا گیا ہے "الشعر دیوان العرب" شاعری عرب کا دیوان ہے ان کے کارناموں کی کتاب ہے۔ چنانچہ شاعری ان کی ثقافت کی ترجمان ہے۔ ان کے عقائد، افکار وخیالات اور رہن سہن کے طور طریقے اسی سے معلوم کئے جا سکتے ہیں۔

(۵) نحاۃ پر مسلمان کی طرح قرآن کریم اور حدیث شریف کا غیر معمولی احترام کرتے ہیں جیسا کہ اصمعی زیادہ دیندار ہونے کی وجہ سے قرآن وحدیث میں سے جواب نہیں دیتے تھے اور اگر لغت کا کوئی لفظ قرآن کریم میں ہوتا تو اس کی لغوی تفسیر کرنے سے گریز کرتے تھے (۲۰)۔

(۶) شعر میں وزن اور قافیہ ہونے کی وجہ سے اعراب کی تمام صورتیں ممکن ہو جاتی ہیں۔

مذکورہ بالا اسباب دنیائے ادب میں شعر کی اہمیت کو تو ضرور اجاگر کرتے ہیں لیکن یہ نہیں ثابت کرتے ہیں کہ قواعد کی تاسیس میں شاعری کو اولیت اور قرآن کریم کو ثانوی حیثیت حاصل ہے کیونکہ قرآن سے بڑھ کر عربی زبان میں کوئی باوثوق نص (reliable text) نہیں ہے۔

(۳) قرآنی فواصل کی رعایت نہ کرنا۔

قرآن کریم کی انفرادیت کا ایک سبب اس کے فواصل ہیں۔ قرآنی فواصل آیات کریمہ کے اواخر کو کہا جاتا ہے یہ شعر میں قافیہ اور نثر میں مقاطع کی طرح آیات کریمہ میں تناسب وزن اور حسن پیدا کرتے ہیں۔ ان کے بغیر قرآن کے معانی کا سمجھنا اور اس سے شرعی دلیلوں کا استنباط ممکن نہیں ہے (۲۱)۔

ادبی اعتبار سے قرآنی فواصل بعض مقامات پر نحوی قواعد کی مخالفت کا سبب بنتے ہیں لیکن یہ چونکہ قرآن کا ایک خاص اسلوب شمار ہوتا ہے اس لئے اسکی وجہ سے وہ فصاحت وبلاغت کے دائرہ سے خارج نہیں ہوتا ہے۔ ان مقامات میں سے چند

ایک درج ذیل ہیں۔

(۱) حذف وبقاء: قرآنی فواصل کی خاطر جہاں کسی حرف کو حذف کرنا چاہئے تھا اسے باقی رکھا گیا ہے اور وہ حسب ذیل ہیں:

(أ) فرمان الٰہی ہے:

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخَافُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى (۲۲).

قراءت کے ماہرین کی اکثریت نے (لا تخاف) کو حالت رفعی کے ساتھ اس بناء پر پڑھتا ہے کہ وہ جملہ خبریہ بن کر یا تو (اضرب) میں فاعل کی ضمیر کیلئے حال ہے اور یا جملہ ابتدائیہ ہے (۲۳) پھر (لا تخشیٰ) کو بھی حالت رفعی میں الف کے ساتھ قراءت کرکے اسے (لا تخاف) پر عطف کیا ہے۔ جبکہ قراء میں اعمش، حمزہ اور ہارون ابن ابی لیلیٰ نے (لا تخف) کو جزمی حالت کے ساتھ الف کو حذف کرکے اس بناء پر پڑھا ہے کہ وہ یا تو امر (اضـــرب) کے جواب میں ہے اور جب فعل مضارع امر کے جواب میں واقع ہو تو وہ مجزوم ہوتا ہے اور یا وہ نہی کا صیغہ ہے۔ پھر اس پر (لا تخشیٰ) کو الف کے ساتھ عطف کیا ہے حالانکہ قاعدے کے مطابق اسے اس صورت میں بغیر الف کے (لا تخش) پڑھنا چاہئے کیونکہ جزمی حالت میں فعل ناقص سے الف کو حذف کیا جاتا ہے۔ لیکن سورہ کی اکثر آیات کا فاصلہ چونکہ الف ہے اس لئے (لا تخشیٰ) میں بھی الف کو حذف نہیں کیا گیا (۲۴)۔

(ب) اسی طرح آیت کریمہ (سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى) (۲۵) میں سے (فلا تنسی) میں بھی فواصل کے سبب الف کو باقی رکھا گیا ہے حالانکہ ایک قول کے مطابق اس پر لاء نہی داخل ہے جس کی وجہ سے جزمی حالت میں الف نہیں لاتے ہیں (۲۶)۔

(ج) آیۂ کریمہ: (وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ) (۲۷) میں اکثر قراء نے (یسر) کو وقف اور وصل دونوں حالتوں میں بغیر یاء کے پڑھا ہے (۲۸) حالانکہ اس پر حروف جازمہ (لم، لما، لام امر، لاء نہی، ان شرطیہ) میں سے کوئی جازم داخل نہیں ہے۔ لہذا قاعدے کے مطابق (یسری) ہونا چاہئے لیکن فواصل آیات کی وجہ سے بغیر یاء کے پڑھا گیا ہے۔

(د) قاعدہ یہ ہے کہ جب اسم منقوص پر "ال تعریف" داخل ہو تو اس سے یاء کو حذف نہیں کیا جاتا ہے۔ جیسے القاضی لیکن قرآنی اسلوب کے مطابق یاء کو باقی رکھنا جائز ہے جیسا کہ آیت کریمہ:

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ (۲۹)

میں (المتعال) سے یاء کو فواصل کی خاطر حذف کیا گیا ہے (۳۰)۔ حالانکہ قاعدے کے مطابق المتعالی ہونا چاہیے تھا۔ اسی طرح آیت کریمہ:

وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ (۳۱)

میں کلمہ "التناد" سے یا فاصلہ کی خاطر حذف ہے (۳۲)۔

(ھ) قاعدے کے مطابق کلام میں جو معنی مقصود ہے اس کیلئے لفظ کو ذکر کیا جائے اور اسے حذف نہ کیا جائے اور حذف کرنے کے نحوی علماء نے خاص موارد بیان کئے ہیں لیکن قرآن کریم میں صرف فواصل کی خاطر مفعول بہ کو حذف کیا گیا ہے مثال کے طور پر آیۂ کریمہ:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى (۳۳)

یعنی اعطی مما اتاہا اللہ و اتقاہ (۳۴) اس میں فعل (اتقی) کا مفعول فواصل (الشقی) (الحسنی) اور

(للیسری) کی خاطر نہیں لایا گیا ہے۔

اسی طرح آیۃ کریمہ:

وَمَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى (۳۵)

یعنی وما قلاك منذ اصطفاك (۳۶) اس میں بھی مفعول "ك" کو فواصل (سجیٰ) (الاولیٰ) (فترضیٰ) کی خاطر نہیں لایا گیا ہے۔

(۲) تقدیم وتاخیر:

(أ) گرامر کے مطابق معمول اپنے عامل کے بعد لایا جاتا ہے۔جیسے مفعول کو فعل کے بعد ذکر کیا جاتا ہے۔اور اگر اس کے برعکس کیا جاتا ہے تو اس کے کچھ عوامل ہوتے ہیں لیکن ان کے علاوہ بھی قرآن کریم میں فواصل کی خاطر مفعول کو فعل سے پہلے لایا گیا ہے مثلاً آیت کریمہ:

اَهٰؤُلَاءِ اِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُوْنَ (۳۷)،

میں (ایاکم) کو اپنے عامل (یعبدون) پر مقدم کیا گیا ہے کیونکہ (یعبدون) فاصلہ ہے (۳۸)۔

(ب) اصل یہ ہے کہ مفعول کو فاعل کے بعد لایا جائے لیکن آیۃ کریمہ:

وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ (۳۹)

میں مفعول (آل فرعون) کو فاعل (النذر) کے بعد لایا گیا ہے کیونکہ (النذر) فاصلہ ہے۔

(ج) قاعدہ یہ ہے کہ (کان) کی خبر کو اس کے اسم کے بعد ذکر کیا جائے لیکن آیت کریمہ:

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (۴۰)

میں اس کے برعکس لایا گیا ہے کیونکہ (احد) فاصلہ ہے۔

(د) جس لفظ کا معنی وجود خارجی میں زمانا متاخر ہے اسے قاعدے کے مطابق اس لفظ کے بعد لانا چاہئے جس کا معنی متقدم ہے مگر آیۃ کریمہ:

فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَ الْاُوْلٰى (۴۱)

میں کلمہ (الاولی) کو (الاخرۃ) سے پہلے لایا گیا ہے حالانکہ (اولی) سے مقصود دنیوی زندگی ہے جسے مذکورہ قاعدے کے مطابق (الاخرۃ) سے پہلے آنا چاہئے مگر اس ترتیب کی رعایت فاصلہ کی خاطر نہیں کی گئی (۴۲)۔

اسی طرح اللہ تعالی سے استعانت (مدد طلب کرنا) پہلے اور عبادت اس کے بعد معرض وجود میں آتی ہے مگر آیۃ کریمہ:

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (۴۳)

میں عبادت کو پہلے اور استعانت کو اس کے بعد ذکر کیا گیا ہے کیونکہ (نستعین) قرآنی فاصلہ ہے۔

(ھ) قاعدے کے مطابق ضمیر غائب اپنے مرجع کے بعد آتی ہے مگر آیۃ کریمہ:

فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى (۴۴)

میں کلمہ (موسی) فعل (فاوجس) کیلئے فاعل ہے اور (فی نفسہ) میں ضمیر غائب (موسیٰ) کی طرف پلٹتی ہے لیکن اسے فاصلے کی خاطر ضمیر کے بعد لایا گیا۔

(و) جار ومجرور کو فعل کے بعد ذکر کیا جاتا ہے جبکہ آیۃ کریمہ:

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (۴۵)

میں (مما) جار و مجرور کو فعل (ینفقون) سے پہلے لایا گیا کیونکہ وہ فاصلہ ہے۔

(ز) صفت و موصوف کے باب میں مفرد صفت کو جملہ پر مقدم کیا جاتا ہے لیکن قرآن کریم میں جملہ وصفیہ کو مفرد صفت پر مقدم لایا گیا ہے جیسا کہ آیۂ کریمہ:

وَ نُخۡرِجُ لَهٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ کِتٰبًا یَّلۡقٰىهُ مَنۡشُوۡرًا (۴۶)

میں (یلقاہ) کو پہلے اور (منشورا) اس کے بعد ذکر کیا گیا ہے کیونکہ وہ فاصلہ ہے۔

(۳) ضراف

جس طرح ضرورت شعری کی خاطر غیر منصرف کو منصرف پڑھا جاتا ہے اسی طرح فاصلہ قرآنی کی خاطر بھی ایسا کرنا جائز ہے۔ مثال کے طور پر آیۂ کریمہ:

وَ یُطَافُ عَلَیۡهِمۡ بِاٰنِیَةٍ مِّنۡ فِضَّةٍ وَّ اَکۡوَابٍ کَانَتۡ قَوَارِیۡرَا ۙ قَوَارِیۡرَا مِنۡ فِضَّةٍ قَدَّرُوۡهَا تَقۡدِیۡرًا (۴۷)

میں (قواریرا قواریرا) نافع، ابوبکر، کسائی نے تنوین کے ساتھ پڑھا ہے۔ حالانکہ پہلا (قواریر) جمع منتہی الجموع کا صیغہ ہے اور وہ غیر منصرف ہے جس پر تنوین نہیں آسکتی۔ مگر اسے منصرف پڑھا گیا ہے کیونکہ وہ فاصلہ ہے۔ اور جہاں تک دوسرے (قواریر) کو منصرف پڑھنے کا تعلق ہے حالانکہ وہ آیہ کی ابتداء میں ہے تو اسے پہلے (قواریر) سے تناسب کی خاطر منصرف پڑھا گیا ہے۔

(۴) نیابت:

ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ کی جگہ اس کے نائب کے طور پر لانا۔ اس کے درج ذیل موارد ہیں۔

(أ) اسم ظاہر کو ضمیر کی جگہ لانا، جیسا کہ آیۂ کریمہ:

وَ الَّذِیۡنَ یُمَسِّکُوۡنَ بِالۡکِتٰبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُصۡلِحِیۡنَ (۴۸)

میں (اجرھم) کے بجائے (المصلحین) اسم ظاہر لایا گیا ہے کیونکہ وہ فاصلہ ہے، جیسا کہ اسی سورہ میں (تعقلون) (تتقون) اور (غافلین) بھی فواصل ہیں۔

(ب) (فاعل) کی جگہ (مفعول) کا صیغہ لانا، مثلاً آیۂ کریمہ:

حِجَابًا مَّسۡتُوۡرًا (۴۹)

میں (ساترا) کے بجائے (مستورا) لایا گیا ہے کیونکہ وہ فاصلہ ہے جیسا کہ اسی سورہ میں غفورا، نفورا اور مسحورا فواصل ہیں۔

(ج) مفعول کے بجائے (فاعل) کا صیغہ ذکر کرنا، جیسا کہ آیۂ کریمہ:

فَهُوَ فِیۡ عِیۡشَةٍ رَّاضِیَةٍ (۵۰)

میں (مرضیة) کے بجائے (راضیة) کا صیغہ ذکر کیا گیا ہے۔ حالانکہ زندگی راضیہ نہیں بلکہ مرضیہ (پسندیدہ) ہوتی ہے۔ مگر وہ فاصلہ واقع ہے جیسا کہ "عالیہ" "دانیہ" اور "الخالیة" بھی فواصل ہیں (۵۱)۔

(د) ایک حرف کو دوسرے حرف کی جگہ پر لانا، مثلاً آیۂ کریمہ:

بِاَنَّ رَبَّکَ اَوۡحٰی لَهَا (۵۲)

میں فعل (اوحی) اگرچہ مشہور ہے کہ (الی) سے متعدی ہوتا ہے مگر اسے (لام) سے متعدی لایا گیا ہے کیونکہ (لھا) فاصلہ ہے جیسا کہ عجاج بن رؤبہ نے بھی (اوحی) کو (لھا) سے متعدی پڑھا ہے۔

أوحى لها الرّاء فاستقرت   و شدها بالراسيات الثبت (۵۳)

(۵) عدد:

(أ) صیغہ جمع کے بجائے صیغہ مفرد لانا مثلاً آیۃ کریمہ:

إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِي جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ (۵۴)

میں (انھار) کے بجائے (نھر) ذکر کیا گیا ہے کیونکہ وہ فاصلہ ہے (۵۵)

(ب) صیغہ مفرد کے بجائے صیغہ جمع ذکر کرنا مثلاً آیۃ کریمہ:

لَا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ (۵٦)

میں (لا خلۃ) کے بجائے (لا خلال) ذکر کیا گیا ہے کیونکہ وہ فاصلہ ہے جیسا کہ "البوار" "القرار" اور الانھار بھی فواصل ہیں۔

(ج) صیغہ مفرد کے بجائے تثنیہ کا صیغہ لانا ، مثلاً آیۃ کریمہ:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (۵۷)

میں (جنۃ) کے بجائے (جنتان) فاصلہ ہونے کی وجہ سے ذکر کیا گیا ہے ، جیسا کہ ایک شاعر نے بھی جنۃ کے بجائے جنتین پڑھا ہے۔

یسعی بکیداء و لھلمین   قد جعل الارطاۃ جنتین (۵۸)

(٦) جنس (مذکر و مؤنث)

(أ) مذکر کے بجائے مؤنث لانا مثلاً آیۃ کریمہ:

كَلَّا إِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ (۵۹)

میں قاعدے کے مطابق (تذکیر یا تذکار) کے بجائے (تذکرۃ) تاء تانیث کے ساتھ لایا گیا ہے کیونکہ وہ "الاخرۃ" "المغفرۃ" کی طرح فاصلہ ہے۔

(ب) اسم جنس کی صفت لاتے وقت اس میں تذکیر اور تانیث میں سے ہر ایک کا اعتبار کرنا جائز ہے لیکن فاصلہ قرآنی کی خاطر کبھی اس کی تذکیر کو ترجیح دی جاتی ہے جیسا کہ آیۃ کریمہ:

أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ (٦۰)

میں (منقعر) (اعجاز) کیلئے صفت ہے اور "مستمر" "نذر" "مدکر" فواصل کی خاطر اسے بھی "منقعر" بغیر تاء تانیث کے ذکر کیا گیا ہے (٦١)۔ اور بعض مقامات پر فاصلہ ہونے کی وجہ سے اس کیلئے صفت میں صیغہ مؤنث لایا گیا ہے مثال کے طور پر آیۃ کریمہ:

أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ (٦۲)

میں (خاویۃ) (اعجاز) کیلئے صفت ہے اور دوسرے فواصل یعنی "کاذبۃ" "باقیۃ" کی طرح اسے تاء تانیث کے ساتھ لایا گیا ہے۔

(۷) **امالہ**: امالہ یہ ہے کہ الف کو کسرہ کی طرف مائل کر کے پڑھا جائے تا کہ اس سے یا کی آواز پیدا ہو اب الف کلمہ کے آخر میں ہو تو فعل ہونے کی صورت میں اس میں مطلقاً امالہ جائز ہے جیسے دعا، رضٰی اور اگر اسم کے آخر میں ہو تو اگر وہ یا سے بدلا ہوا نہ ہو اور تیسری جگہ واقع ہو تو امالہ جائز نہیں اور چوتھی جگہ واقع ہو تو امالہ جائز ہے۔ تو اس قاعدے کے تحت (الضحی)

میں امالہ جائز نہیں ہونا چاہئے لیکن قرآنی فاصلہ کی خاطر آیۂ کریمہ

وَ الضُّحىٰ (٦٤)

میں (و الضحی) کے الف کو (سجیٰ) (قلی) (اولی) میں الف کی طرح امالہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔

(٨) عدول:

فاصلۂ قرآنی کی وجہ سے صیغہ ماضی کے بجائے صیغہ مضارع لایا جاتا ہے مثلاً آیۂ کریمہ:

فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ (٦٥)

میں (قتلتم) کے بجائے (تقتلون) ذکر کیا گیا ہے کیونکہ وہ فاصلہ واقع ہے (٦٦)۔

(٩) فصل:

جن کلمات کے درمیان قاعدے کے مطابق کسی دوسرے لفظ کا فاصلہ ڈالنا صحیح نہیں ہوتا ہے قرآنی فاصلہ کی خاطر وہ جائز ہوتا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل موارد میں ہے۔

(أ) معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان فاصلہ ڈالنا۔ مثلاً آیۂ کریمہ:

وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَ أَجَلٌ مُسَمًّى (٦٧)

میں ظاہراً (اجل مسمیٰ) کا (کلمہ) پر عطف ہے (٦٨) اس کے باوجود انکے درمیان (سبقت) کو ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ (مسمیٰ) (نهیٰ) (ترضی) اور (ابقیٰ) کی طرح فاصلۂ قرآنی ہے۔

(ب) قاعدے کے مطابق ذوالحال اور حال کے درمیان کسی لفظ کا فاصلہ نہیں ڈالا جاتا ہے لیکن فاصلۂ قرآنی اسے جائز قرار دیتا ہے جیسا کہ آیۂ کریمہ:

وَ الَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعىٰ فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوىٰ (٦٩)

میں کہا گیا ہے (احوی) (مرعی) کے لئے حال ہے اور ان دونوں کے درمیان (فجعله غثاء) کا فاصلہ ڈال کر "احوی" کو آخر میں لایا گیا ہے کیونکہ وہ قرآنی فاصلہ ہے (٧٠)۔

خلاصہ کلام یہ کہ قرآن کریم سے نحوی عدول کے مذکورہ چار اسباب یہ ثابت کرنے کیلئے تو کافی ہیں کہ نحو کے بعض قواعد میں قرآن کریم سے عدول و انحراف پایا جاتا ہے لہذا فنی طور پر چونکہ قرآن کریم نحو کا بنیادی مصدر اور زبان کی صحت و سقم پر پرکھنے کا معیار ہے اس لئے ضروری ہے کہ جو قواعد قرآنی اسلوب کے خلاف ہیں انہیں اس طریقہ سے modify کیا جائے کہ وہ اصل سے ہم آہنگ ہو جائیں اور جس مقصد کیلئے نحو کی تدوین کی گئی ہے وہ حاصل ہو سکے۔ اور یہ علمی اعتبار سے ہرگز صحیح نہیں ہے کہ ہم اس کے برعکس۔ معاذ اللہ یہ کہیں کہ قرآن کریم میں نحوی غلطیاں (grammatical errors) پائی جاتی ہیں۔

حواشی

(۱) السیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر: الاقتراح فی علم اصول النحو ۔ تحقیق وتعلیق احمد محمد القاسم (بدون التاریخ وبلا ناشر)
ص:۴۸

(۲) ابن قتیبہ، عبداللہ بن مسلم: الشعر والشعراء بریل، ہالینڈ۔(بدون التاریخ و بلا ناشر) ص: ۱۳۹

(۳) السیوطی: ھمع الھوامع۔ مطبوعہ قم۔ایران ، ۱۴۰۵ھ ، ج:۱ ، ص:۱۲۰

(۴) سورۃ الانبیاء ۲۱: ۳

(۵) الطنطاوی، محمد: نشأۃ النحو وتاریخ أشھر النحاۃ۔ مطبع وادی الملوک مصر، طبع: ۲، ۱۹۵۴م۔ص:۲۶

(۶) البلاذری، احمد بن یحیٰی بن جابر، فتوح البلدان۔ دارالکتب العلمیۃ، بیروت ط:۱ ۱۴۲۰ھ،
ص ص: ۱۶۷، ۱۶۸ ، ۲۰۹ ، ۲۱۰۔

(۷) جواد علی (الدکتور)۔تاریخ العرب قبل الاسلام۔دارالعلم، بیروت(بدون التاریخ) ص:۲۱۳۔۲۳۰۔

(۸) ابن الانباری، عبدالرحمٰن بن محمد: الانصاف فی مسائل الخلاف۔ادب الحوزۃ قم۔ ط ۲، ۱۹۶۱ء ص:۸۵۲۸۴۸۔

(۹) ابوالطیب اللغوی، عبدالواحد بن علی: مراتب النحویین۔دارالفکر العربی، بیروت۔ص:۱۳۹

(۱۰) احمد مکی الانصاری۔ النحو القرآنی ۔ مطابع ابوالفتوح ، ص:۴۷

(۱۱) احمد مختار عمر (ڈاکٹر): البحث اللغوی عندالعرب۔ عالم الکتب ، القاہرہ طبع:۶، ۱۹۸۸ء ص ۳۰

(۱۲) عضیمہ، محمد عبدالخالق: دراسات لأسلوب القرآن الکریم ۔ مطبع السعادۃ ۔مصر، ط:۱، ۱۳۹۲ھ۔ج ۔۱، ص:۱۹

(۱۳) ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد، المقدمۃ۔المکتبۃ التجاریۃ ، مکۃ المکرمۃ، ط:۳ ، ۱۹۹۷م ۔ ج: ۲، ص:۴۷

(۱۴) A. Shpitlar: Arabic in Linguistica Scmetica.
Presenta c. Futuro, Roma, 1961 - Vol: 2, P: 126

(۱۵) انوار الجندی: الفصحیٰ لغۃ القرآن ۔ دار الکتاب اللبنانی ، بیروت ص:۳۳ ۔ ۳۵

(۱۶) السیوطی: الاتقان فی علوم القرآن ۔ تحقیق: محمد ابراہیم البناء (ڈاکٹر) دارالاعتصام ، طبع: ۱ ، ۱۴۰۵ھ۔
ص:۳۰۱ ۔ ۳۳۷

(۱۷) نفس المرجع

(۱۸) سیبویہ ۔ عمرو بن عثمان بن قنبر: الکتاب ۔ تعلیق وتحقیق: امیل بدیع یعقوب (ڈاکٹر)
دارالکتب العلمیۃ: بیروت ص: ۵ ۔ ۲۶ ۔ ۳۰ ۔ ۴۳۔

(۱۹) الطنطاوی: نشأۃ النحو ص: ۸۳

(۲۰) ابوالطیب اللغوی: مراتب النحویین ۔ ص: ۸۳

(۲۱) السیوطی: الاتقان فی علوم القرآن ۔ ص:۲۱۱

(۲۲) سورۃ طٰہٰ:۲۰/۷۷

(۲۳) سیبویہ: الکتاب ۔ ج:۳ ، ص۔ ۱۱۳۔

(۲۴) طبرسی ۔فضل بن حسن: مجمع البیان ۔ انتشارات ناصر خسرو۔طہران ط:۱ ، ۱۴۰۶ھ ۔ ج:۷ ص: ۳۶

(۲۵) سورۃ الاعلیٰ ۸۷/۶

(۲۶) ابوحیان، محمد بن یوسف : البحر المحیط۔ دار احیاء التراث العربی ۔بیروت
ط: ۱، ۱۴۲۳ھ۔ ج: ۸، ص: ۲۳۵
(۲۷) سورۃ الفجر: ۸۹/۴
(۲۸) سیبویہ: الکتاب۔ ج: ۴، ص: ۲۹۷
(۲۹) سورۃ الرعد ۱۳/۹
(۳۰) المرجع السابق ص: ۲۹۸
(۳۱) سورۃ غافر ۴۰: ۳۲
(۳۲) المرجع السابق۔
(۳۳) سورۃ اللیل ۹۲:۵
(۳۴) ابوحیان: البحر المحیط۔ ج: ۸، ص: ۲۸۰
(۳۵) سورۃ الضحیٰ : ۹۳ : ۳
(۳۶) طبرسی: مجمع البیان۔ ج: ۱۰، ص: ۷۰۵
(۳۷) سورۃ سبأ: ۳۴: ۴۰
(۳۸) ابوحیان: البحر المحیط۔ ج: ۷، ص: ۳۷۹
(۳۹) سورۃ القمر: ۵۴: ۴۱
(۴۰) سورۃ الاخلاص: ۱۱۲:۴
(۴۱) سورۃ النجم ۵۳:۴۵
(۴۲) ابوحیان : البحر المحیط ج: ۸، ص: ۴۳۴
(۴۳) سورۃ الفاتحہ ۱:۵
(۴۴) سورۃ طہٰ ۲۰:۶۷
(۴۵) سورۃ البقرہ ۲:۳
(۴۶) سورۃ الاسراء ۱۷: ۱۳
(۴۷) سورۃ الدھر ۷۶: ۱۵ ۔ ۱۶
(۴۸) سورۃ الاعراف ۷:۱۷۰
(۴۹) سورۃ الاسراء ۱۷: ۴۵
(۵۰) سورۃ الحاقۃ ۶۹: ۴۱
(۵۱) ابوحیان : البحر المحیط، ج: ۸، ص: ۴۵۶
(۵۲) سورۃ الزلزال ۹۹ : ۵
(۵۳) ابوحیان : البحر المحیط، ج: ۸، ص: ۷۱۰
(۵۴) سورۃ القمر ۵۴ : ۵۴
(۵۵) الطبرسی: مجمع البیان، ج: ۱۰، ص: ۴۹۵
(۵۶) سورۃ ابراہیم ۱۴: ۴۱

(۵۷) سورۃ رحمٰن ۵۵: ۲۶

(۵۸) الفراء ' ابوزکریا یحیٰ بن زیاد : معانی القرآن دارالکتب العلمیۃ' بیروت' ط:۱' ۱۴۲۳ھ،ج:۳' ص:۲۶

(۵۹) سورۃ المدثر ۷۴: ۵۴

(۶۰) سورۃ القمر: ۵۴ : ۲۰

(۶۱) ابوحیان : البحر المحیط' ج: ۸ ' ص: ۲۵۵

(۶۲) سورۃ الحاقۃ: ۶۹: ۷

(۶۳) الزمخشری' جاراللہ محمد بن عمر: المفصل فی صنعۃ الاعراب' دارالکتب العلمیۃ' بیروت ۔۱۴۲۰ھ' ص:۴۴۱

نیز ملاحظہ کیجئے جاربردی۔شرح الشافیہ۔مطبوعہ پشاور ص: ۲۳۸۔ جاربردی:شرح الشافیہ ص: ۲۳۸

(۶۴) سورۃ الضحیٰ : ۹۳: ۱

(۶۵) سورۃ البقرۃ: ۲: ۸۷

(۶۶) ابوحیان : البحر المحیط' ج: ۱ ' ص: ۴۳۵

(۶۷) سورۃ طہ ۲۰ : ۱۲۹

(۶۸) المرجع السابق ج : ۶ ' ص:۳۵۷

(۶۹) سورۃ الاعلیٰ: ۸۷ : ۵

(۷۰) المرجع السابق ج: ۸ ' ص: ۲۴۵

مصادر ومراجع:

(۱) القرآن الکریم

(۲) ابن الانباری' عبدالرحمٰن بن محمد: الانصاف فی مسائل الخلاف۔ادب الحوزۃ قم۔ ط ۴ ' ۱۹۶۱م '

(۳) ابن خلدون ' عبدالرحمٰن بن محمد' المقدمۃ ۔ المکتبۃ التجاریۃ 'مکۃ المکرمۃ، ط: ۳ ' ۱۹۹۷م ۔

(۴) ابن قتیبۃ' عبداللہ بن مسلم: الشعر والشعراء بریل' ہالینڈ ۔(بدون التاریخ و بلا ناشر)

(۵) ابوحیان ' محمد بن یوسف: البحر المحیط۔دار احیاالتراث العربی ۔بیروت ط: ۱ ' ۱۴۲۳ھ۔

(۶) ابو الطیب اللغوی' عبدالواحد بن علی: مراتب النحویین۔دارالفکر العربی' بیروت

(۷) احمد مختار عمر (ڈاکٹر) :البحث اللغوی عند العرب۔ عالم الکتب 'القاہرہ،طبع : ۶ ' ۱۹۸۸م

(۸) احمد مکی الانصاری۔ النحو القرآنی ۔ مطابع ابو الفتوح

(۹) الواراحمدی: الفصحیٰ لغۃ القرآن ۔ دارالکتاب اللبنانی ' بیروت ۔

(۱۰) البلاذری' احمد بن یحیٰ بن جابر 'فتوح البلدان۔ دارالکتب العلمیۃ' بیروت

(۱۱) جاربردی :شرح الشافیہ ۔

(۱۲) جواد علی (الدکتور) ۔تاریخ العرب قبل الاسلام۔ دارالعلم ' بیروت (بدون التاریخ)

(۱۳) الزمخشری' جاراللہ محمد بن عمر: المفصل فی صنعۃ الاعراب' دارالکتب العلمیۃ' بیروت ۔۱۴۲۰ھ

(۱۴) سیبویہ ۔ عمرو بن عثمان بن قنبر: الکتاب ۔ تعلیق وتحقیق: امیل بدیع یعقوب (ڈاکٹر)
دارالکتب العلمیۃ: بیروت
(۱۵) السیوطی: الاتقان فی علوم القرآن ۔ تحقیق: محمد ابراہیم البناء (ڈاکٹر)، دارالاعتصام طبع: ۱ ' ۱۴۰۵ھ۔
(۱۶) نفس المصدر: الاقتراح فی علم اصول النحو ۔ تحقیق وتعلیق احمد محمد القاسم (بدون التاریخ وبلاناشر)
(۱۷) نفس المصدر: ھمع الھوامع ۔ مطبوعہ قم ۔ ایران ' ۱۴۰۵ھ ' ج:۱
(۱۸) طبرسی ۔ فضل بن حسن: مجمع البیان ۔ انتشارات ناصر خسرو ۔ طہران ط: ۱ ' ۱۴۰۶ھ
(۱۹) الطنطاوی ' محمد: نشاۃ النحو وتاریخ اشھر النحاۃ ۔ مطبع وادی الملوک مصر ' طبع: ۳ ' ۱۹۵۴م۔
(۲۰) عضیمۃ ' محمد عبدالخالق: دراسات لاسلوب القرآن الکریم ۔ مطبع السعادۃ ۔ مصر
(۲۱) الفراء ' ابوزکریا یحیی بن زیاد: معانی القرآن دارالکتب العلمیۃ ' بیروت ' ط:۱ ' ۱۴۲۳ھ
(۲۲) A. Shpitlar: Arabic in Linguistica Scmetica.
Presenta c. Futuro, Roma, 1961 - Vol: 2, P: 126